© rasailojaraid.com

شاہد کاشمیری

یونیورسٹی کی دُنیا

آپ پریشان کیوں ہیں؟

پیسے نہیں!

گھبرایئے نہیں ——— یہ پیسے نہیں لیتے مفت دکھاتے ہیں۔

ابے نہیں۔

ابے ہاں! یہ یونیورسٹی ہے۔ کوئی سینما گھر نہیں۔ یہاں آؤٹ ڈور شوٹنگ ہوتی رہتی ہے۔ یہ قوم کے نونہال فرزند ہیں بلکہ نئی نسل کی کریم ہیں۔ اسی لئے کریم رول کی طرح ان کے ذہنوں میں بھی سیاسی جماعتوں نے مفاد پرستی کی سیاسی کریم بھری ہوئی ہے جس کی چکنائی نے انہیں سوچنے سمجھنے کی صلاحیتوں سے محروم کر دیا ہے۔ اب یہ یہاں زندگی سنوارنے یا اس کے نشیب و فراز سے آگہی حاصل کرنے کے لئے نہیں آتے بلکہ اپنی چھوٹی چھوٹی اغراض کے لئے سیاسی جماعتوں کے ہاتھوں میں کھلونا بنے رہتے ہیں اسی لئے آپ ان کی جیب میں قلم یا ہاتھ میں کتاب و کاپی نہیں بلکہ پستول اور کلاشنکوف دیکھیں گے۔ ان سے بات ہمیشہ نرمی سے کریں۔ شہر کے رئیس کے صاحبزادے ہیں۔ ایک منٹ میں بندہ مار دیتے ہیں۔

واقعی!

ہاں بھئی۔

اوئے سلطان راہی بھی ایسے ہی کرتا ہے ——— پھر ٹھیک ہے آج طلبار کی ریلی ہے نا

آج تو پھر خوب دھما دھن ہوگی۔

ہاں بھئی یقینی بات ہے۔

اوئے وہ دیکھو طلبار کی ریلی ....

لو وہ ایک اور .... جلوس .... ادھر ہی سے آ رہے ....

اُف اللہ یہ کیا؟ اینٹیں ...... روڑے۔

وہ گرا ...... پولیس کدھر ہے؟ کوئی نہیں۔

ہٹ جاؤ۔ میرا مطلب ہے سائڈ پر ہو جاؤ ——— میں نے پہلے کہا نا — یہ سینما گھر نہیں ڈائریکٹ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

شوٹنگ ہے اور بے ماں کا ہے —— سر مُنڈ پھٹ سکتا ہے ——————

اوئے گولیاں ——— توبہ میری توبہ بھاگم بھاگ

ادھر پتھر ———— ادھر طلبار کی گولیاں

لو مولوی صاحب بھی کلاشنکوف لے آئے ——— اب تو خوب دھماکہ ہوگا

وہ بھاگے ریلی والے ——— کلاشنکوف جیت گئی

کتنی غلط بات کی تھی ایک سیاسی لیڈر نے کہ " طاقت کا سرچشمہ عوام ہیں کلاشنکوف نہیں"

پھر جیتی کون ؟

ارے وہ دیکھو ——— وہ دیکھو ——— ایک اور جلوس آگیا

اگو یار ان کو کیا ہوگیا ہے ؟ " سرخ ہے سرخ ہے

ایشیا سرخ ہے"

نہیں یار وہ کیسے ؟

بھئی مجھے کیا معلوم ان سے پوچھو جو نعرے لگا رہے ہیں

میرا خیال ہے اس میں ضرور کوئی چکر ہے ۔

کیا مطلب ؟

مطلب یہ بھئی ان کے ساتھ کوئی چکر وکر ہوگیا ہے ۔ کسی نے ان کو دھوکا دیا ہے ، وہ دھوکا دے کر بھاگ گیا

اب یہ اس کے خون سے ہاتھ سرخ کرنا چاہتے ہیں ۔

کیا بکتا ہے ؟ ایسی ویسی کوئی بات نہیں

تو پھر یقیناً ان میں سے کسی ناہنجار نے کسی لالہ رُخ کے سرخ لبوں کی لذت نارسائی سے دل برداشتہ ہوکر یہ نعرہ ایجاد کیا

ابے نہیں ۔

تو پھر کیا ہے ؟

یہ کہتے ہیں تمام انسانوں کے خون کا رنگ ایک ہے اور خون سُرخ ہے ۔

اس لئے سُرخ ہے سُرخ ہے

ایشیا سُرخ ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں نہیں مانتا!

کیوں نہیں مانتا؟

وہ سن نہیں رہے!

کیسا؟

وہ جو کہہ رہے ہیں ——— سبز ہے سبز ہے

ایشیا سبز ہے

اگر خون والی تمہاری بات مان بھی لوں تو پھر اس سبز ہے کا کیسا مطلب؟

بھئی دیکھو وہ اپنی جگہ سچے یہ اپنی جگہ ———

کیا سیاستدانوں کی طرح دوہری چال چل رہے ہو کوئی کام کی بات کرو۔

یار دیکھو — تم نے کبھی سبزی دیکھی ہے؟ ہریالی دیکھی ہے؟ کبھی کسی باغ میں سیر کرنے گئے ہو، باغ ——— میں درخت دیکھے ہوں گے تو پھر ان کے پتے بھی دیکھے ہوں گے۔ پچھلے دنوں سبز لباس خواتین میں بہت مقبول ہوا، ہر خاص و عام نے اسے پہنا اور یہ جاذب نظر ٹھہرا،

ٹھہرا کے نہیں ٹھہرا ——— ایئر ہوسٹسیں دیکھی ہیں۔؟

ہاں دیکھی ہیں!

کتنی جلدی بولے ہو' ہاں دیکھی ہیں۔ سبز کپڑے۔ سبز نیل پالش، سبز لپ اسٹک۔

تو بس اسی لئے تو یہ کہتے ہیں کہ یہ کلر بڑا نفیس ہے اور پورے ایشیا کا پسندیدہ ہے۔ اس لئے

سبز ہے سبز ہے

ایشیا سبز ہے

اڑتے پٹاخے ——— نعرے، گالیاں

یہ دونوں تو لڑ پڑیں گے ایشیا کو سرخ و سبز منوانے پر۔

او ان کو بچاؤ ——— شکر ہے خدا کا بیچ بچاؤ ہو گیا۔

یار ایسے نہیں ہو سکتا دونوں "اتحاد" کر لیں

کیسا؟

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بھئی یہ کہہ لیں "ایشیا سرخ و سبز ہے" اس طرح دونوں میں جھگڑا بھی نہیں ہوگا اور امن و چین بھی رہے گا۔

تم امن چین کی بات کرتے ہو ——— وہ دیکھو!

وہ کیا؟

وہ بھی جلوس ہے یعنی چوتھا جلوس — پناہ بخدا۔

وہ کہتے ہیں! نہ ہر جگہ سبزہ اگتا ہے نہ ہر کوئی سبز کپڑے پہنتا ہے اور نہ ہی سب کا خون ایک جیسا ہوتا ہے۔ کیونکہ خون کے گروپ مختلف ہیں اور جب سے ترقی و تمدن کی طرف رجحان بڑھا ہے۔ لوگوں کے خون سفید اور دل کالے ہو گئے ہیں اور کالا رنگ بہت جلد سفید رنگ کو بھی اپنی گرفت میں لے لیتا ہے۔ بہت ممکن ہے کہ دل کے کالا ہونے کے ساتھ ساتھ لوگوں کا خون بھی کالا ہو جائے ——— رہی بات ایشیا کی تو ایشیا کا خون سے کوئی تعلق نہیں بلکہ فون سے ہے — جس کے ذریعے پورے ایشیا سے رابطہ بحال ہے — اور یہ فون مختلف رنگوں میں عام دستیاب ہیں۔ اور جو لوگ فون کرتے ہیں ان میں سے ہر ایک کی شکل بھی مختلف ہے اور لباس بھی۔ گویا کائنات کو خوبصورت بنانے کے لیے بلکہ سجانے کے لیے مختلف شباہت کے انسان اور پھر اس پر مستزاد مختلف رنگوں کے لباس اس بات کے متقاضی ہیں کہ:

نہ سبز ہے نہ نیلا ہے
نہ سرخ ہے نہ پیلا ہے
ایشیا رنگ رنگیلا ہے

اور ان کی آنکھیں دیکھو ——— ان کو کیا ہو گیا ہے؟ یہ اچھے بھلے نعرے لگاتے لگاتے کیا کرنے لگے ——— ارے یہ تو لڑنے لگے ——— اُدھر ہاتھا پائی ....

بچو، بچو ان سے ——— یہ نہیں سنتے کسی کی ——— ارے یار میں تو کہتا ہوں آؤ ایک دو اور کو ساتھ ملاؤ ان کی صلح کرا دیں ——

چپ بے ——— خاموشی سے دیکھتے جاؤ...... بیچ میں بولتے نہیں —— سارا مزہ کرکرا ہو جاتا ہے۔

مگر یار فلم میں لڑائی ہو تو کوئی موقع پر پہنچ کر بیچ بچاؤ کرا دیتا ہے۔ تم کہتے ہو یہ ڈائریکٹ شوٹنگ ہے تو پھر ہدایت کار کو چاہیئے نا .... اس قسم کا کوئی انتظام رکھے کہ ان میں بیچ بچاؤ تو ہو جائے۔

ارے ہدایت کار کو فائدہ اسی میں ہے کہ بیچ بچاؤ نہ ہو بلکہ بات اور بڑھے اور بگڑے .....

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں سمجھا نہیں

تم نہیں سمجھو گے چھوڑو اس بات کو

تو پھر میں چلوں !

کیوں ؟

بھئی اس جھگڑے سے سارے تتر بتر ہو گئے ہیں ۔ سناٹا چھا رہا ہے ۔ اِکا دُکا لوگ نظر آ رہے ہیں بلکہ وہ بھی سٹاپ کی جانب جا رہے ہیں ۔۔۔

اب یہاں ٹھہرنا فضول ہے ۔

تم بھی کمال آدمی ہو ...... ابھی تو لڑائی دیکھی ہے اور بس ہو گئے ابھی تو بہت کچھ اور بھی دیکھنا ہے ۔

کیا مطلب ؟

بھئی تم تو کہتے ہو نا کہ سبھی چلے گئے مگر وہ جوڑے نکروں میں بیٹھے ہیں ، درختوں کی آڑ میں کچھ لائبریری کے ستونوں کے درمیان اور کچھ لائبریری کی سیڑھیوں پر بیٹھے راز و نیاز سے بانکپن کی تلخ و شیریں یادوں میں محو ہیں ۔۔۔۔ یہ یونیورسٹی کے اہم کردار ہیں ان کے بغیر یونیورسٹی سونی سونی لگتی ہے جس طرح فلم میں ایک ہیرو اور ایک ہیروین ہوتی ہے اسی طرح ہر ڈیپارٹمنٹ میں ہیرو اور ہیروین بدرجہ اتم موجود ہوتے ہیں ۔ ہر ڈیپارٹمنٹ کی کینٹین کا مالک ، قریبی چھوٹے قہوہ خانے اور بڑے ہوٹل ان کے منتظر ہوتے ہیں ۔ اگر ہیرو اور ہیروین کینٹین کے بھی متحمل نہ ہوں تو پھر وہ کلاس روم ، لائبریری ، لائبریری کی سیڑھیوں وغیرہ میں ہی بیٹھ کر گپ شپ کر کے اپنا کتھارسس کر لیتے ہیں ۔ تمہیں ایک دلچسپ بات اور بتاؤں کہ یہ ہیروین جب داخلہ لیتی ہے تو حتی المقدور پردے کا اہتمام رکھتی ہے والدین کے اعتماد اور اپنی عزت و آفت میں زمین و آسمان کے قلابے ملانے سے گریز نہیں کرتی مگر دھیرے دھیرے پردے کے ساتھ ساتھ ہیروین کا " وین " بھی ختم ہو جاتا ہے اور وہ صرف " ہیر " رہ جاتی ہے جو گھر کے تمام بندھن توڑ کر اور حائل رکاوٹیں ختم کر کے اپنے رانجھے یعنی ہیرو کو اپنی بے لوث محبت کا یقین دلاتی ہے اور رانجھا بھی اس بے لوث محبت کا یقین کر کے اپنی " بے بسی " اور " فقراہٹ " کو ظاہر نہیں ہونے دیتا بلکہ اسی کینٹین پر بیٹھے بیٹھے (جس کا بل بھی ہیر ہی کو ادا کرنا ہوتا ہے) ہیر کو بنگلہ ، کار ، بنک بیلنس شادی کے بعد ہیروں کا ہار خاندانی روایت کے مطابق پہنانے کے دلفریب مگر حسین خواب دکھانے کے بعد خوشی خوشی ہاسٹل واپسی پر کسی دوست سے ادھار مانگ کر ویلیم کی گولیاں کھا کر سو جاتا ہے ۔ وہ اپنی تعلیم کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سال اکثر یونہی سو کر گزارتا ہے اور جب وہ سو کر اٹھتا ہے تو ہیر خود بخود کھیڑوں کے ساتھ جا چکی ہوتی ہے رہیر کے ماں باپ کو بھی کھیڑوں کے ساتھ بیاہنے کے لئے کسی قاضی کی نصیحتوں کا سہارا نہیں لینا پڑتا) رانجھے میاں بھی آئندہ جیب خرچ کے لئے کسی اور ہیر کی تلاش میں مارے مارے پھرتے ہیں۔ ایسے رانجھے اکثر پائے جاتے ہیں لیکن ایسی ہیروں کی بھی کچھ کمی نہیں۔ یہ ہیریں بڑی تیز طرار ہوتی ہیں، اور ان کا نخرہ توبہ توبہ گرم مسالے سے بھی زیادہ تیز بلکہ خطرناک ہوتا ہے۔ اگر ان کا منہ دھلایا جائے تو ان کے چہرے کی زردی دیکھ کر یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ جیسے کسی سفید کاغذ پر تجریدی آرٹ کی مشق میں سیاہی کے چند قطرے گر پڑے ہوں مگر جب یہ نخرے سمیت باہر نکلتی ہیں اور مٹک مٹک کر چلتی ہیں تو سادہ لوح رانجھوں کے دلوں پر قیامت ٹوٹ پڑتی ہے۔ ان کا دام ہمرنگ زمین بچھانا اور رانجھوں کا اس میں پھنس جانا ایک یقینی امر ہے پھر یہ جانیں اور رانجھے .... یہ گفتگو کرتی ہیں تو بات کو منہ کے ہر ڈگری کے زاویے سے ہو کر گزرنا پڑتا ہے (ان کا یہی عمل انہیں یونیورسٹی سے فارغ ہو کر بھی نہیں ٹکنے دیتا تو یہ پھر تنظیم حقوق نسواں کی رکن بن جاتی ہیں) یہ نہ صرف رانجھے کے دل، دماغ اور پھیپھڑوں پر اثر انداز ہوتی ہیں بلکہ اس کی جیب کو بھی متأثرزدگان میں شامل کر دیتی ہیں۔ ایسے رانجھے جب مکمل طور پر متأثر ہو جاتے ہیں تو وہ خود ہی راہِ فرار اختیار کر لیتے ہیں ہیر کو پیچھا چھڑانا نہیں پڑتا .... مگر کچھ رانجھے راہِ فرار اختیار کرنے کے بعد بھی اعترافِ شکست کرنے سے انکاری ہوتے ہیں — شرمندگی سے بچنے اور اپنا بھرم قائم رکھنے کے لئے ایک نام نہاد مذہبی تنظیم کے چند قوانین کو اپنے اوپر لاگو کر لینے کے بعد کسی بھی جوڑے کو بیٹھا دیکھ کر مارے حسد کے لال پیلا ہو جاتے ہیں۔ گویا "مذہب رانجھا" چھوڑ کر "مذہب کیدو" اختیار کر لیتے ہیں مگر یار لوگ انہیں پھر بھی ناکام ...... کیدو ہی پکارتے ہیں۔ ان سابقہ رانجھوں کا اوڑھنا بچھونا حالیہ رانجھوں کو پریشان کرنا ہوتا ہے البتہ جب یہ بہت زیادہ بے چین و مضطرب ہوں تو تفننِ طبع کے لئے ہوائی فائرنگ کر کے ہی دل پشاوری کر لیتے ہیں انہوں نے زندگی میں اپنے شہر یا محلے میں کبھی زندگی میں کسی کو تھپڑ بھی نہ مارا ہو لیکن یہ یہاں ہاتھ میں کلاشنکوف لئے پھرتے ہیں۔ یونیورسٹی کے سبھی وگ زان کی آمد سے پہلے ہی غائب ہو جاتے ہیں ان کے نزدیک ہر وہ آدمی جو چاہے نماز باجماعت کا پابند ہو تہجد گزار ہو لیکن ان کے گروہ کا ہیرو کار نہیں تو وہ روس نواز ہے اور اس پر کمیونسٹ کا زبردستی لیبل لگا کر بذریعہ کلاشنکوف اغوا کر لیتے ہیں اور ہاسٹل سے جا کر ایسی ایسی دردناک اذیتیں دیتے ہیں کہ ابلیس بھی شرمندہ شرمندہ ہوا جاتا ہے۔ اور اگر کوئی غنڈہ، بدمعاش، بدکلام اور یاوہ گوئی بکنے والا ان کے "باواجی" مرحوم کے نظریات کو بذریعہ طاقت پھیلانے کے لئے حامی بھر لے تو یہ اس کی دلجوئی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور قدم بوسی کے لئے کچھ نہ کچھ کسی نہ کسی روپ میں ارسال خدمت کرتے رہتے ہیں ـــــ لو وہ پھر آ رہے ہیں بلکہ دہی آ رہے ہیں ۔ یہی وجہ ہے کہ اب ہمارے سوا سبھی غائب ہو رہے ہیں اس سے پہلے کہ ہم پر کوئی لیبل لگ جائے ہمیں بھی گھر کی راہ لینی چاہیئے ۔ اللہ حافظ ـــــــــــ !

آج اور کل

حاجی حق حق

ہے انگریزی سے کچھ ایسی لگاوٹ
کبھی لیس نو کبھی کہنے لگا وٹ

مسلمان ہیں مگر یورپ زدہ ہیں؟
یہ ایسا گھی ہے جس میں ہے ملاوٹ

مسلمان بھی ہیں یورپ پہ فدا بھی
الیکشن کے لئے ہے سب بناوٹ

ہے اندر گڑ مگر چینی سا لیبل
ہے خود دیسی مگر انگلش بجاوٹ

بتِ یورپ کی جانب کھنچ رہے ہے
ہے یوں مسٹر کو مُلّاں سے کھچاوٹ

کلب میں رات بھر وہ خوب ناچی
نہ کیوں مس صاحبہ کو ہو تھکاوٹ

جو منہ کتوں کا چومو تو ترقی
غریبوں سے ملو تو ہے گراوٹ

بتوں کی بات آزادی سے کیجئے
خدا کا نام لو تو ہے رکاوٹ

کہا حق حق سے افرنگی صنم نے
کہ تُم کیوں ہم سے رکھتے ہے عداوت

بقیہ از صـــ ۱۸

کے خلاف بامر مجبوری کئے گئے اپنے قولی اور زبانی فیصلہ کی تلافی کر سکے "۔ مرزا طاہر احمد کے بیان بالا کی روشنی میں قارئین خود فیصلہ کر سکتے ہیں کہ اس کا کیا مطلب ہے کہ " وہ (بھٹو) دل سے ہمارے ساتھ تھا۔ اس نے ہمیں یقین دلایا تھا کہ گرد بیٹھنے کے بعد وہ فیصلہ ان کے حق ہی میں کر دے گا۔ مگر جولائی ۱۹۷۷ء میں ضیاء الحق نے آ کر ہماری ساری امیدیں خاک میں ملا دیں ۔ " نیز مرزا طاہر احمد صاحب کا یہ بیان کہ " ہم یہ چیزیں کیسے فراموش کر سکتے ہیں ؟ ہم بدلہ کیلئے کچھ نہ کچھ کرتے رہیں گے ۔ " اہل پاکستان کیلئے ایک کھلا چیلنج ہے جو ہر محب وطن پاکستانی کو پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ انہوں نے اسلام اور پاکستان کو ان قادیانیوں کی انتقامی شر انگیزیوں سے محفوظ رکھنے کیلئے کیا کچھ کیا ہے ؟ ---- کیا اہل پاکستان نے مرزائے قادیان کے اس ذاتی اور گروہی انتقام سے بچنے کے لئے کسی تیاری یا بیداری کا ثبوت دیا ؟ ---- مرزا طاہر احمد کا یہ بیان اہل پاکستان کو ہر دم بیدار اور مستعد رہنے کا پیغام دیتا ہے اور اس معاملے میں ایک لمحہ کی غفلت بھی پاکستان اور اہل پاکستان کو انتقام کی بھٹی میں ڈال سکتی ہے ۔)

بہ شکریہ ہفت روزہ "زندگی" لاہور
۹ ۔ اگست : سنہ ۱۹۹۰ء ـ !

© rasailojaraid.com